منگل 26 جنوری 2021ء | 12 جمادی الثانی 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:22

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(البقرہ۔187)

ترجمہ: یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے (تو کہہ دو) کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو مَیں اس کا جواب دیتا ہوں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دعا عبادت کا مغز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا عبادت کا مغز ہے''۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا ایسی مصیبت سے بچانے کے لئے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی مصیبت کے بارہ میں بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو''۔

(ترمذی ابواب الدعوات حدیث 7548)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

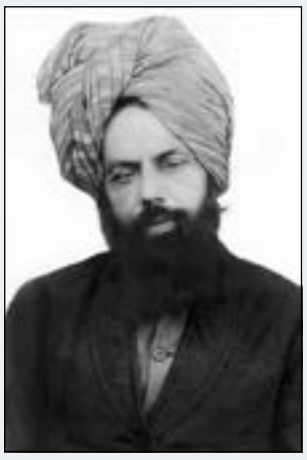

دعا کی فرضیت کے 4 اسباب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ پس چاہئے کہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لاویں تا کہ کامیاب ہوں۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 396)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ (1) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ (2) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ (3) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ (4) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے''۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 242)

پھر آپؑ نے فرمایا:

''دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے... جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔ خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمن رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 274۔ 275، ایڈیشن 1984)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

تو دعا کی طرف ہر وقت توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ کیا پتہ کس وقت وہ گھڑی آجائے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہو، قبولیت دعا کا وقت ہو۔ تو ان تڑپنے والے دلوں کو جو پاکستان میں مختلف جگہوں سے، حالات کی وجہ سے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، مَیں یہ کہتا ہوں کہ جمعوں کی رونق بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جذبات کا اظہار کریں۔ اور جب پورے یقین کے ساتھ اس سے مانگیں گے اور اس سے مانگ رہے ہوں گے تو وہ بھی اپنے وعدوں کے مطابق سنے گا بھی اور آپ کی ضروریات بھی پوری کرے گا اور آپ کی دعاؤں کو قبول کرے گا اور آسانیاں پیدا فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار کرنا ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی انتظار)

تو اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے لیکن مانگنے والے مانگنے سے تھکیں نہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر پھنس گئے تو پھر نئے سرے سے سفر شروع کرنا پڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ مختلف رنگ میں دعائیں قبول کرنے کے نظارے ہمیں دکھاتا بھی رہتا ہے۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ڈھارس بندھانے کے لئے، تسلی دینے کے لئے دکھاتا ہے تا کہ بندہ یہ تسلی رکھے کہ اگر خدا تعالیٰ دعا کے طفیل وہ کام کر سکتا ہے جن کو ہم دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے، ان کو ہمیں حاصل کرنے کی یا ان کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی تو اس اللہ تعالیٰ میں یہ طاقت بھی ہے کہ یہ جو بظاہر مشکل اور بڑے کام نظر آتے ہیں ان کو بھی کر دے۔ اس لئے صبر اور حوصلے سے دعائیں مانگتے رہنا چاہئے اور کبھی تھکنا نہیں چاہئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے بقیہ صفحہ 4 پر

اس شمارہ میں

- ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا (منظوم)
- شریعت کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو
- بنیادی مسائل کے جوابات
- چند ضروری ہدایات برائے شعبہ وقف نو

دربارِ خلافت

آپؐ کی سچائی پر معاشرے کے ہر طبقے نے مہر ثبت کی ہے، گواہی دی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اب احادیث سے کچھ واقعات بیان کروں گا جن سے آپؐ کی سچائی پر معاشرے کے ہر طبقے نے مہر ثبت کی ہے، گواہی دی ہے۔جس میں گھر والے بھی ہیں، کاروباری شریک بھی ہیں، دوست بھی ہیں اور دشمن بھی ہیں کہ یہ وہ سچا انسان تھا جسے ہم بلامبالغہ صدوق کہتے تھے اور کہتے ہیں۔ ابتدائے جوانی میں ہی قریش مکہ کی ایک گواہی ہے جو انہوں نے آپؐ کے صادق اور امین ہونے پر دی۔ ایک واقعہ ہے کہ جب تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کی تنصیب کے لئے قبائل کا باہم اختلاف ہوا اور نوبت جنگ و جدال تک پہنچنے لگی تو چار پانچ دن تک کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ان میں سے ایک عقلمند شخص نے مشورہ دیا، جن کا نام ابو امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ یہ سب سے بوڑھے شخص اور تجربہ کار تھے۔عموماً بوڑھے ذرا ہوش سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ فیصلہ کر لو کہ جو شخص کل سب سے پہلے بیت اللہ میں آئے گا وہ فیصلہ کر دے۔ اس بات پر سارے راضی ہو جاؤ۔ چنانچہ سب نے یہ تجویز مان لی اور اگلے روز انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا هٰذَا الْاَمِیْن یہ تو امین ہے۔ ہم خوش ہو گئے یہ محمدؐ ہیں۔ چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچے اور قریش نے حجر اسود کے وضع کرنے کا جھگڑا بتایا۔ جب حجر اسود لگانا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ چنانچہ آپؐ کو کپڑا پیش کیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بچھایا اور حجر اسود کو اس چادر پہ رکھ دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا ہر قبیلہ اس چادر کا ایک کونہ پکڑ لے۔ پھر سب مل کر حجر اسود کو اٹھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ حجر اسود جہاں رکھنا تھا اپنی اس جگہ پر پہنچ گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ حدیث بنیان الکعبۃ... اشارۃ ابی امیۃ بتحکیم اول داخل فکان رسول اللہؐ)

تو جیسا کہ اس وقت کفار نے، قریش کے سرداروں نے آپؐ کو امین کہا تھا۔ یہ دعویٰ سے بہت پہلے کا قصہ ہے، جوانی کا قصہ ہے۔ اور امین بھی وہی ہوتا ہے جو سچ پر قائم رہنے والا ہو۔ کبھی کوئی جھوٹا شخص امانت دار نہیں ہو سکتا۔ تو دیکھیں اس بات سے سرداران قریش میں آپؐ کا ایک مقام تھا۔ اگر آپؐ دنیاداروں کی طرح سرداری یا لیڈری چاہتے تو اس مقام کی وجہ سے وہ حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آپؐ کو تو اس چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔

پھر دیکھیں انہیں جوانی کے ایام کی بات ہے۔ جب حضرت خدیجہؓ نے آنحضور ﷺ کی صدق بیانی اور امانتداری اور اعلیٰ اخلاق کا حال سن کر اپنا مال آپ کو دے کر تجارت کے لئے آپؐ کو روانہ کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ واپسی پہ میسرہ نے سفر کے حالات بیان کئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان سے متأثر ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ کہ آپؐ قرابت داری کا خیال رکھتے

بقیہ صفحہ 7 پر

آج کی دعا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

(جامع ترمذی أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ حدیث: ۳۴۳۳)

ترجمہ: اے میرے اللہ! تو پاک ہے۔ تیری حمد بیان کرتے ہوئے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سواء اور کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف ہی جھکتا ہوں۔

یہ پیارے رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں بہت سی لغو اور بے کار باتیں ہوتی رہیں، اور وہ اپنی مجلس سے اٹھ جانے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

تو اس کی اس مجلس میں اس سے ہونے والی خطائیں اور قصور معاف کر دیے جاتے ہیں جو اس مجلس میں بے کار اور لغو باتوں میں شامل رہنے کی وجہ سے اس سے سرزد ہوئے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا

ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا
سونے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تدبیر کا
شکوۂ جورِ فلک کب تک رہے گا برزباں
دیکھ تو اب دوسرا رخ بھی ذرا تصویر کا
کاغذی جامہ کو پھینک اور آہنی زرہیں پہن
وقت اب جاتا رہا ہے شوخیٔ تحریر کا
نیزۂ دشمن ترے سینہ میں پیوستہ نہ ہو
اس کے دل کے پار ہو سو فار تیرے تیر کا
اپنی خوش اخلاقیوں سے موہ لے دشمن کا دل
دلبری کر، چھوڑ سودا نالۂ دلگیر کا
مدتوں کھیلا کیا ہے لعل و گہر سے عدو
اب دکھا دے تو ذرا جوہر اسے شمشیر کا
پیٹ کے دھندوں کو چھوڑ اور قوم کے فکروں میں پڑ
ہاتھ میں شمشیر لے عاشق نہ بن کف گیر کا
ملک کے چھوٹے بڑے کو وعظ کر پھر وعظ کر
وعظ کرتا جا، نہ کچھ بھی فکر کر تاثیر کا
کل کے کاموں کو بھی جو ممکن ہو اگر تو آج کر
اے مری جاں وقت یہ ہرگز نہیں تاخیر کا
ہو چکی مشقِ ستم اپنوں کے سینوں پر بہت
اب ہو دشمن کی طرف رخ خنجر و شمشیر کا
اے مرے فرہاد رکھ کاٹ کر کوہ و جبل
تیرا فرضِ اولیں لانا ہے جوئے شیر کا
ہو رہا ہے کیا جہاں میں کھول کر آنکھیں تو دیکھ
وقت آ پہنچا ہے تیرے خواب کی تعبیر کا

کلام محمود صفحہ 199

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

شریعت کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو

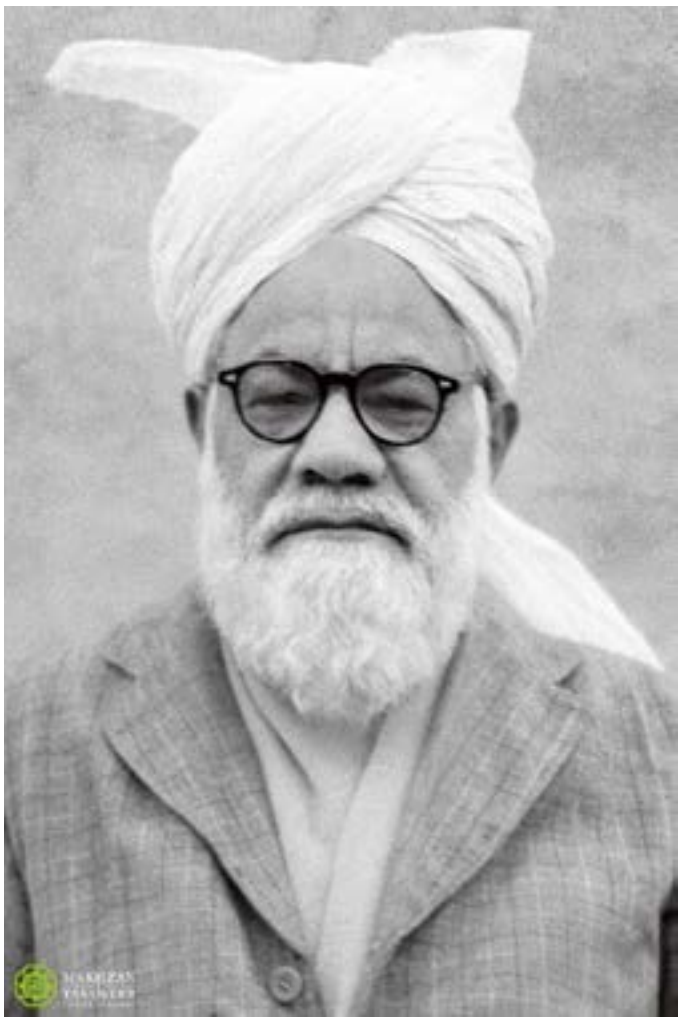

گذشتہ مجلس مشاورت جو اپریل ۱۹۲۷ء میں قادیان میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں ایک امر نظارتِ تعلیم وتربیت کی طرف سے یہ بھی پیش ہوا تھا کہ جو احمدی کہلانے والے لوگ شریعت کے ان احکام کی پابندی اختیار نہیں کرتے جو انسان کے ظاہری شعار کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً داڑھی کا رکھنا وغیرہ ذٰلک۔ ان کے متعلق کیا طریق اختیار کیا جائے۔ یعنی اگر وہ باوجود بار بار کی پند ونصیحت کے داڑھی نہ رکھیں تو آیا ان کے متعلق کوئی سرزنش کا پہلو اختیار کرنا مناسب ہوگا یا نہیں اور اگر مناسب ہوگا تو کیا۔ اس کے متعلق مجلسِ مشاورت نے بعض تجاویز پیش کیں جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے منظور فرمایا اور جو انہی دنوں میں الفضل میں شائع کر دی گئی تھیں مگر ان تجاویز کے منظور فرمانے کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح ایّدہ اللہ بنصرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کے اس مسئلہ کے متعلق نظارت تعلیم وتربیت کو چاہیئے کہ مضامین وغیرہ کے ذریعہ جماعت میں یہ احساس پیدا کرے کہ وہ اپنی ظاہری صورتوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کے مطابق بنائیں اور شریعت کے کسی حکم کو بھی چھوٹا سمجھ کر نہ ٹالیں بلکہ سب کی پابندی اختیار کریں تا کہ اعلیٰ درجہ کے مومنین میں ان کا شمار ہو اور خدا کی نعمت کا کوئی دروازہ بھی ایسا نہ رہے جو ان پر بند ہو۔ سو اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے خاکسار اپنے احباب کے سامنے یہ چند سطور پیش کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ میری اس عرضداشت کی طرف پوری پوری توجہ کریں گے اور اپنے نمونہ سے یہ ثابت کر دیں گے کہ اطاعت رسول کے لئے ان کے اندر ایک ایسا شوق اور ولولہ موجود ہے کہ اس علم کے ہونے کے بعد کہ کوئی ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے، دنیا کی کوئی روک جسے شریعت روک نہیں قرار دیتی ان کو اس کی تعمیل سے باز نہیں رکھ سکتی۔

سب سے پہلے جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک اصولی بات ہے اور وہ یہ کہ بے شک شریعت کے احکام میں تفاوت ہے اور کوئی عقلمند ان میں مدارج کے وجود کا انکار نہیں کرسکتا اور داڑھی کا رکھنا یقیناً ان اصولی باتوں میں سے نہیں ہے جن پر انسان کی روحانی زندگی کا بلاواسطہ دارومدار ہے لیکن بایں ہمہ اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ شریعت کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں سمجھا جاسکتا۔ دراصل چونکہ شریعت کا یہ منشاء ہے کہ وہ ہر جہت سے انسان کو کامل بنائے اور تمام ان امور کی طرف توجہ کرے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی پر اثر پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے شریعت میں صرف اصولی باتوں کو ہی داخل نہیں فرمایا بلکہ بعض فروعی امور میں بھی ہدایات جاری کی ہیں اور یہ سب انسان کی روحانی حیات کے لئے کم وبیش ضروری ہیں اور خدا تعالیٰ نے صرف ان باتوں کو شریعت میں داخل کرنے سے احتراز کیا ہے، جو انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی سے اس قدر دُور کا تعلق رکھتی تھیں کہ ان میں دخل انداز ہونا فائدہ کی نسبت نقصان کے زیادہ احتمالات رکھتا تھا۔ یا جن کے متعلق انسان اپنے ظاہری علوم کی بناء پر خود طریق ثواب اختیار کرسکتا تھا اور اس لئے ان کے متعلق احکام جاری کرنا بے فائدہ قیود کا پیدا کرنا تھا۔

دراصل جیسا کہ عیسائیت بیان کرتی ہے (گو وہ اس معاملہ میں حد اعتدال سے بہت تجاوز کر گئی ہے) شریعت کے احکام کے متعلق ایک پہلو نقصان کا بھی ضرور موجود ہے اور وہ یہ کہ شریعت کے احکام کے توڑنے سے انسان مجرم اور گنہگار بن جاتا ہے اور اسی لئے اسلام نے نہایت حکیمانہ طور پر اس معاملہ میں اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے اور شرعی احکام صرف اس حد تک جاری کئے ہیں کہ جس حد تک بالکل ضروری اور لابدی تھے اور باقی امور میں انسان کو اس کی عقلِ خداداد اور شریعت کے اصولی قیاس پر چھوڑ دیا ہے تا کہ وہ خود اپنے لئے اپنا راستہ بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں شریعت کو ایک رحمت قرار دیا ہے اور دوسری طرف اسی قرآن میں خود فرمایا ہے کہ زیادہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مسئلے نہ پوچھا کرو تا کہ تمہارے لئے تفصیلی احکام نازل ہو کر تنگی کا موجب نہ بنیں۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شریعت سراسر رحمت ہی رحمت ہے تو پھر اس روک کے کیا معنی ہیں؟ کیا نعوذ باللہ خدا اس رحمت کے دائرہ کو ہم پر تنگ کرنا چاہتا ہے کہ اس نے ہمیں شریعت کے احکام کے نزول کے محرک بننے سے روک دیا ہے؟ اس ظاہری تضاد کا یہی حل ہے کہ شریعت بیشک ایک رحمت ہے لیکن شریعت کے ساتھ ایک پہلو عذاب کا بھی ہے اور وہ یہ کہ شریعت کے احکام کو توڑنا خدا کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے اور اگر بعض تفصیلی امور جو طریق بود وباش اور تمدن وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں ان میں شریعت دخل انداز ہو تو یہ عذاب کا پہلو رحمت کے پہلو سے غالب ہو جاتا ہے یعنی ان کے ماننے میں فائدہ کا پہلو اتنا غالب نہیں ہوتا جتنا ان کے نہ ماننے میں (اگر وہ شریعت کا حصہ بن جائیں) نقصان کا پہلو غالب ہوتا ہے اور اسی لئے جب شریعت ان تفصیلات کی حد کو پہنچتی ہے تو کمال حکمت سے وہ آگے جانے سے رک جاتی ہے اور لوگوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے کہ اپنی عقلِ خداداد اور شریعت کے قیاس کے ماتحت خود اپنے واسطے ان تفصیلات میں طریقِ عمل قائم کریں۔

اس جگہ اس بات کا بیان بھی ضروری ہے کہ درحقیقت کسی شرعی حکم کے توڑنے میں دو قسم کا نقصان اور اس کے مان لینے میں دو قسم کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یا نقصان تو یہ ہے کہ چونکہ ہر شرعی حکم کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور اپنے اندر بعض طبعی خواص رکھتا ہے اس لئے اس کا مان لینا وہ نیک اثرات پیدا کرتا ہے جو اس کا طبعی نتیجہ ہیں اور اسی طرح اس کا نہ ماننا وہ بد اثرات پیدا کرتا ہے جو طبعی طور پر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے چاہئیں اور دوسرا فائدہ یا نقصان یہ ہے کہ چونکہ خدا کا یہ حکم ہے کہ شریعت کی پابندی اختیار کی جائے۔ اس لئے کسی شرعی حکم کا مان لینا قطع نظر اس کے فائدہ کے خدا کی رضا کا موجب اور اس کا نہ ماننا قطع نظر اس کے نقصان کے خدا کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے تفصیلی امور کو شریعت کا حصہ بنانے سے احتراز فرمایا ہے۔ جن کے اختیار کرنے میں کوئی بڑے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے مگر ان کے ترک کرنے میں خدا کی ناراضگی کا پہلو ضرور موجود ہے تا کہ کمزور لوگ ان امور میں نافرمانی کر کے خدا کی ناراضگی

کانشانہ نہ بنیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت نے صرف انہی امور میں دخل دیا ہے جن میں دخل دینا انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے ضروری اور لابدی تھا۔ اور باقی امور میں انسان کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ خود اپنا طریق عمل قائم کرے اور اس لئے درحقیقت شریعت کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں سمجھا جاسکتا اور گو احکام میں تفاوت ضرور ہے لیکن سب احکام یقیناً ایسے ہیں جو انسان کے اخلاق و روحانیت پر بالواسطہ یا بلاواسطہ معتدبہ اثر ڈالتے ہیں۔ پس اگر کسی بات کے متعلق یہ ثابت ہوجائے کہ وہ ایک شرعی حکم ہے تو کسی مومن کے لئے ہرگز یہ زیبا نہیں کہ وہ یہ سوال اٹھائے کہ یہ حکم چھوٹا ہے۔ اس لئے اس کے ماننے کی چنداں ضرورت نہیں یا یہ کہ اس بات کو دین و ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہستی جس نے ہمارے لئے دین و ایمان کا نصاب مقرر فرمایا ہے اور جس کے سامنے جاکر ہم نے کسی دن اس نصاب کا امتحان دینا ہے وہ جب کسی بات کو ہمارے دین و ایمان کا حصہ قرار دیتی ہے تو ہمیں کیا حق ہے کہ ہم اسے لاتعلق سمجھ کر ٹال دیں اور اگر ہم اپنی نادانی سے ایسا کریں گے تو نقصان اُٹھائیں گے۔ کیونکہ ہمارا ممتحن ہمارے خیال کے مطابق ہمارا امتحان نہیں لے گا بلکہ اس نصاب کے مطابق لے گا جو اس نے مقرر کیا ہے۔

اندریں حالات بحث طلب امر صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا کوئی بات شریعت کا حصہ ہے یا نہیں یا موجودہ بحث کے لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیا داڑھی کا رکھنا شریعت کا حصہ قرار پاتا ہے یا نہیں سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر وہ بات جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے اور اس کے کرنے کا اپنی اُمت کو حکم دیا ہے وہ شریعت کا حصہ ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ شارع جس کام کو کرے اور اس کے کرنے کا حکم دے وہ شریعت کا حصّہ ہونی چاہیئے۔ ہاں البتہ ایسی باتوں کے متعلق اختلاف ہے جن کو شارع نے خود تو کیا ہے مگر ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا۔ یا جن کے متعلق شارع نے بعض صورتوں میں ہدایت تو دی ہے لیکن خود اس کی پابندی اختیار نہیں کی کیونکہ ان دونوں صورتوں میں شبہ کا احتمال ہے کہ ممکن ہے وہ شارع کی ذاتی خصوصیت یا ذاتی میلان طبع کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں اور دین کا حصہ نہ ہوں اور اسی طرح بعض اور باتوں کے متعلق بھی اشتباہ کا پہلو ہوسکتا ہے کہ کیا وہ شریعت کا حصّہ ہیں یا نہیں اور اسی لئے ان کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر بہرحال یہ مسلّم ہے کہ جس بات کو شارع نے کیا اور اس کے کرنے کا حکم دیا وہ شریعت کا حصّہ ہے بشرطیکہ کوئی واضح قرینہ اس کے خلاف موجود نہ ہو۔

اب اس تشریح کے لحاظ سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی کا رکھنا شریعت اسلامی کا حصّہ ہے کیونکہ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا حکم دونوں واضح طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں اور حدیث شریف سے یہ ہر دو باتیں ثابت ہیں۔یعنی اول یہ کہ آپؐ کی داڑھی تھی چنانچہ آپؐ کے متعلق حدیث میں کَثُّ اللحیۃ کے الفاظ آتے ہیں یعنی آپ کی داڑھی گھنی تھی اور اسی قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں۔اور دوسرے یہ کہ آپ نے اپنی اُمت کو یہ ارشاد فرمایا کہ داڑھی رکھا کرو۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:-

احضوا اللحی وقصّوا الشوارب

یعنی ’’ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹ کر چھوٹا کرو‘‘۔اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ بعض غیر مسلم لوگ آپ کے سامنے آئے جن کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں ان کو دیکھ کر آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔اور دوسری طرف اس بات کے متعلق قطعاً کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ آپؐ کا یہ تعامل اور آپؐ کا یہ ارشاد یونہی ایک ذاتی پسندیدگی کے اظہار کے طور پر تھا اور دین کا حصّہ نہیں ہے۔ اور سنت کے لحاظ سے دیکھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی بس نہیں ۔بلکہ جتنے بھی نبی دنیا میں گذرے ہیں اور ان کی تاریخ محفوظ ہے ان سب کی داڑھیاں تھیں۔چنانچہ حضرت ہارونؑ کی داڑھی کا تو قرآن شریف میں بھی ذکر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی داڑھی کو لاکھوں احمدی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اندریں حالات کوئی مسلمان اور خصوصیت کے ساتھ کوئی احمدی ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ داڑھی رکھنا شریعتِ اسلامی کا حصّہ نہیں ہے۔ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ احکام کے مدارج میں اختلاف ہے اور داڑھی کے حکم کو ہم قطعاًان اہم احکام میں شمار نہیں کرسکتے جن پر ہر انسان کی روحانی زندگی کا بلاواسطہ دارومدار ہے مگر بہرحال اس میں کلام نہیں کہ وہ شریعت کا حصہ ہے۔ اب کوئی مومن اس حکم کو چھوٹا کہہ کر ٹال نہیں سکتا کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ چھوٹی باتوں کو شریعت نے اپنے دائرہ میں شامل نہیں کیا اور جن کو شامل کیا ہے۔ وہ چھوٹی نہیں ہیں۔

(مطبوعہ الفضل یکم نومبر ۱۹۲۷ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت..... از صفحہ 1

ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’دعا عبادت کا مغز ہے‘‘۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دعا ایسی مصیبت سے بچانے کے لئے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہوچکی ہو اور ایسی مصیبت کے بارہ میں بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کرلو‘‘۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء)

پس اس حدیث کے مطابق بھی ہمیں دعاؤں کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذاتی طور پر بھی، جماعتی طور پر بھی، ہر پریشانی اور مصیبت اور بلا سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مشکلات کو جن میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں جلد دور فرمائے، ہمیں مزید ابتلاؤں اور امتحانوں میں نہ ڈالے، ہمیں ہر شر سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تعالیٰ جلد تر ہمیں اپنے مخالفین پر غلبہ عطا فرمائے۔لیکن بات وہی ہے کہ ایک اضطراری کیفیت ہمیں اپنے اوپر طاری کرنی ہوگی اور یہ حالت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ پس چاہئے کہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لاویں تا کہ کامیاب ہوں۔ (رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۳۹ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۴۸)

پس ہم بہت ہی بدقسمت ہوں گے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات پر یقین نہ کریں۔یقین نہ کرنے والی بات ہی ہے کہ اگر ہم اس کے کہنے کے باوجود اس کا قرب نہ ڈھونڈیں، اس کو تلاش نہ کریں۔ اور رمضان میں جو فضل ہم پر اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں ان کو بھلادیں اور ایمان میں کمزوری دکھائیں۔ اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت کرنے والا ہو۔ بلکہ ہمارے ایمانوں میں دن بدن ترقی ہو، زیادتی کے نظارے نظر آتے ہوں، ہر نیا دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے اور قریب لانے والا دن ثابت ہو۔ اس شکرگزاری کے طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کی برکتوں سے فیضیاب کیا، ہم مزید اس کے حضور جھکتے چلے جائیں اور اپنی تمام حاجتیں اپنے پیارے خدا کے سامنے پیش کرنے والے ہوں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے‘‘۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۔تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۷۲)

(خطبہ جمعہ 28/ نومبر 2003ء)

مرتبہ:۔ظہیر احمد خان۔انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط نمبر 5

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ مجھے یہ معلوم کر کے شدید دھچکا لگا کہ اسلام برسر پیکار دشمن کی عورتوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنے اور ان کو بیچنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بات میرے لئے بہت حوصلہ شکن تھی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد مجھے امید تھی کہ آپ اس بات کی تردید فرمائیں گے اور اسلام کو اس نظریہ سے پاک قرار دیں گے لیکن میں نے ایسا نہیں پایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 03 مارچ 2018ء میں اس سوال کا نہایت بصیرت افروز جواب عطاء فرمایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب:۔ اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کی اچھی طرح وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان غلط فہمیوں کی تردید حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں فرمائی ہے اور آپ کے خلفاء بھی حسب موقعہ وقتاً فوقتاً اس کی تردید کرتے رہے اور اصل تعلیم بیان فرماتے رہے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام برسر پیکار دشمن کی عورتوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے کہ وہ برسر پیکار ہیں، قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ جو بھی دشمن ہے ان کی عورتوں کو پکڑ لاؤ اور اپنی لونڈیاں بنالو۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک خونریز جنگ نہ ہو تب تک کسی کو قیدی نہیں بنایا جاسکتا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔(الانفال: 68)

کسی نبی کیلئے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کئے بغیر کسی کو قیدی بنائے۔تم دنیا کی متاع چاہتے ہو جبکہ اللہ آخرت پسند کرتا ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

پس جب خونریز جنگ کی شرط لگادی تو پھر میدان جنگ میں صرف وہی عورتیں قیدی کے طور پر پکڑی جاتی تھیں جو محاربت کیلئے وہاں موجود ہوتی تھیں۔ اس لئے وہ صرف عورتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ حربی دشمن کے طور پر وہاں آئی ہوتی تھیں۔

علاوہ ازیں جب اس وقت کے جنگی قوانین اور اس زمانہ کے رواج کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں جب جنگ ہوتی تھی تو دونوں فریق ایک دوسرے کے افراد کو خواہ وہ مرد ہوں یا بچے یا عورتیں قیدی کے طور پر غلام اور لونڈی بنا لیتے تھے۔اس لئے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا(الشوریٰ:41) کے تحت ان کے اپنے ہی قوانین کے تابع جو کہ فریقین کو تسلیم ہوتے تھے، مسلمانوں کا ایسا کرنا کوئی قابل اعتراض امر نہیں ٹھہرتا۔خصوصاً جب اسے اس زمانہ، ماحول اور علاقہ کے قوانین کے تناظر میں دیکھا جائے۔اس زمانہ میں برسر پیکار فریقین اس وقت کے مروجہ قواعد اور دستور کے مطابق ہی جنگ کر رہے ہوتے تھے۔اور جنگ کے تمام قواعد فریقین پر مکمل طور پر چسپاں ہوتے تھے جس پر دوسرے فریق کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ یہ امور قابل اعتراض تب ہوتے جب مسلمان ان مسلمہ قواعد سے انحراف کر کے ایسا کرتے۔

اس کے باوجود قرآن کریم نے ایک اصولی تعلیم کے ساتھ ان تمام جنگی قواعد کو بھی باندھ دیا۔فرمایا:

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ(البقرۃ:195)

یعنی جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر ویسی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر کی ہو۔ پھر فرمایا: فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (المائدۃ: 95)

یعنی جو اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا اس کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔

یہ وہ اصولی تعلیم ہے جو تمام سابقہ مذاہب کی تعلیمات پر بھی امتیازی فضیلت رکھتی ہے۔ بائیبل اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں موجود جنگی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں دشمن کو تہس نہس کر کے رکھ دینے کی تعلیم ملتی ہے۔مرد و عورت تو ایک طرف رہے ان کے بچوں، جانوروں اور گھروں تک کو لوٹ لینے، جلا دینے اور ختم کر دینے کے احکامات ان میں ملتے ہیں۔لیکن قرآن کریم نے ان حالات میں بھی جبکہ فریقین کو اپنے جذبات پر کوئی قابو نہیں رہتا اور دونوں ایک دوسرے کو مارنے کے درپے ہوتے ہیں اور جذبات اتنے مشتعل ہوتے ہیں کہ مارنے کے بعد بھی جذبات سرد نہیں پڑتے اور دشمن کی لاشوں کو پامال کر کے غصہ ٹھنڈا کیا جاتا ہے، ایسی تعلیم دی کہ گویا مونہہ زور گھوڑوں کو لگام ڈالی ہو اور صحابہؓ نے اس پر ایسا خوبصورت عمل کر کے دکھایا کہ تاریخ ایسے سینکڑوں قابل رشک واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس زمانہ میں کفار مسلمان عورتوں کو قیدی بنالیتے اور ان سے بہت ہی ناروا سلوک کرتے۔ قیدی تو الگ رہے وہ تو مسلمان مقتولوں کی نعشوں کا مُثلہ کرتے ہوئے ان کے ناک کان کاٹ دیتے تھے۔ ہندہ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانا کون بھول سکتا ہے۔لیکن ایسے مواقع پر بھی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ ہر چند کہ وہ میدان جنگ میں ہیں لیکن پھر بھی کسی عورت اور کسی بچے پر تلوار نہیں اٹھانی اور مُثلہ سے مطلقاً منع فرما کر دشمنوں کی لاشوں کی بھی حرمت قائم فرمائی۔

جہاں تک لونڈیوں کا مسئلہ ہے تو اس بارہ میں اس امر کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ دشمن اسلام مسلمانوں کو طرح طرح کے ظلموں کا نشانہ بناتے تھے اور اگر کسی غریب مظلوم مسلمان کی عورت ان کے ہاتھ آجاتی تو وہ اسے لونڈی کے طور پر اپنی عورتوں میں داخل کر لیتے تھے۔ چنانچہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کی قرآنی تعلیم کے مطابق ایسی عورتیں جو اسلام پر حملہ کرنے والے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کیلئے آتی تھیں اور اُس زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ میں بطور لونڈی کے قید کر لی جاتی تھیں۔ اور پھر دشمن کی یہ عورتیں جب تاوان کی ادائیگی یا مکاتبت کے طریق کو اختیار کر کے آزادی بھی حاصل نہیں کرتی تھیں تو ایسی عورتوں سے نکاح کے بعد ہی ازدواجی تعلقات قائم ہو سکتے تھے۔لیکن اس نکاح کیلئے اس لونڈی کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح ایسی لونڈی سے نکاح کے نتیجہ میں مرد کیلئے چار شادیوں تک کی اجازت پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا یعنی ایک مرد چار شادیوں کے بعد بھی مذکورہ قسم کی لونڈی سے نکاح کر سکتا تھا۔لیکن اگر اس لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو وہ ام الولد کے طور پر آزاد ہو جاتی تھی۔

علاوہ ازیں اسلام نے لونڈیوں سے حسن سلوک کرنے، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنے اور انہیں آزاد کر دینے کو ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ۔

(صحیح بخاری کتاب العتق بَابُ العَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ)

یعنی نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اسے نہایت اچھے آداب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

رویفع بن ثابت انصاری روایت کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ۔ يَعْنِي إِتْيَانَ الْحَبَالَى وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ يَبِيعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ۔

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فِي وَطْءِ السَّبَايَا)

میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو حنین کے دن فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنا پانی کسی اور کی کھیتی میں لگائے۔یعنی حاملہ عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ قیدی عورت سے وہ صحبت کرے جب تک کہ استبرائے رحم نہ ہو جائے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے فروخت کرے۔

پس اصولی بات یہی ہے کہ اسلام انسانوں کو لونڈیاں اور غلام بنانے کے حق میں ہرگز نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں، اس وقت کے مخصوص حالات میں مجبوراً اس کی وقتی اجازت دی گئی تھی لیکن اسلام نے اور آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بڑی حکمت کے ساتھ ان کو بھی آزاد کرنے کی ترغیب دی اور جب تک وہ خود آزادی حاصل نہیں کر لیتے تھے یا انہیں

آزاد نہیں کر دیا جاتا تھا، ان سے حسن واحسان کے سلوک کی ہی تاکید فرمائی گئی۔

اور جونہی یہ مخصوص حالات ختم ہوگئے اور ریاستی قوانین نے نئی شکل اختیار کرلی جیسا کہ اب مروج ہے تو اس کے ساتھ ہی لونڈیاں اور غلام بنانے کا جواز بھی ختم ہوگیا۔ اب اسلامی شریعت کی رو سے لونڈی یا غلام رکھنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔ بلکہ حکم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اب موجودہ حالات میں اس کو حرام قرار دیا ہے۔

سوال:۔ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ کسی کی نظر لگ گئی یا مظلوم کی بد دعا سے کوئی پریشانی یا تکلیف پہنچی ہے تو کیا یہ سوچ شرک کے زمرہ میں تو نہیں آتی؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 07 مارچ 2018ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب:۔نظر لگنے یا مظلوم کی بد دعا کے اثر ہونے کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ دونوں باتوں میں نتیجہ خدا تعالیٰ کی ذات نکالتی ہے نہ کہ نظر ڈالنے والا یا مظلوم خود کچھ کرتا ہے۔نظر ڈالنے والے کی طرف سے تو صرف ایک غیر ارادی خواہش کا اظہار ہوتا ہے یا مظلوم کی درد سے ایک آہ اٹھتی ہے جسے خدا تعالیٰ قبول کر کے نتیجہ مترتب فرماتا ہے۔ لہٰذا ہر دو معاملات کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں خصوصاً جبکہ دونوں باتیں احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّھَا لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ (صحیح بخاری کتاب المظالم والغصب) یعنی مظلوم کی بد دعا سے ڈرو اس لئے کہ اس کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَنَھٰی عَنِ الْوَشْمِ (صحیح بخاری کتاب الطب) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ نظر کا لگ جانا حق ہے نیز آپ ﷺ نے جسم گدوانے سے منع فرمایا۔

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار بھجوایا کہ کیا ایک احمدی مسلمان عورت کیلئے اپنے پاؤں کو پردہ سے باہر رکھنا جائز ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 03 مئی 2018ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب:۔قرآن کریم نے جہاں پردہ کے احکامات بیان فرمائے ہیں وہاں پہلے مومن مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اس کے بعد مومن عورتوں کیلئے پردہ کے احکامات بیان فرماتے ہوئے انہیں پہلا حکم یہی دیا کہ مومن عورتیں بھی اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور پھر انہیں کہا کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں۔اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ لوگوں پر وہ ظاہر کر دیا جائے جو عورتیں عموماً اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔

پاؤں زمین پر نہ مارنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اگر پاؤں میں کوئی زیور (پازیب وغیرہ) پہنی ہوئی ہے تو اس کی چھنکار سے لوگوں کی توجہ اس خاتون کی طرف ہوسکتی ہے اور غیروں کی نظریں اس پر اٹھ سکتی ہیں جو پردہ کے حکم کے منافی ہے۔

اسی طرح اگر پاؤں پر مہندی یا نیل پالش وغیرہ لگا کر ان کا سنگھار کیا گیا ہے تو ایسے پاؤں غیر مردوں کیلئے کشش کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ غیر مردوں کی نظریں ایسی عورت پر اٹھیں گی جس سے پردہ کے احکامات کی خلاف ورزی ہو گی۔ لیکن اگر پاؤں پر کسی قسم کا بناؤ سنگھار نہیں کیا گیا تو ایسے پاؤں سے چونکہ کوئی کشش پیدا نہیں ہوسکتی ہے اور نہ ہی بے پردگی کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے اگر انہیں پردہ میں نہ بھی رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

احادیث میں بھی پردہ کے بارہ میں مختلف ہدایات ملتی ہیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ اس کے جسم کے باقی حصہ کے پردہ کا حکم دیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر عورت کے پاس تہ بند نہ ہو تو کیا وہ صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بشرطیکہ کہ اس کی قمیض اتنی لمبی ہو کہ اس کے پاؤں کی پشت کو بھی ڈھک دے۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی تہ بند اوپر اٹھا کر پانی کی مشکیں بھر بھر کر لا رہی تھیں اور مردوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس حالت میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پردہ سے متعلق قرآنی آیات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پرشہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے۔یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 341-342)

شرعی پردہ کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’شرعی پردہ یہ ہے کہ چادر کو حلقہ کے طور پر کر کے اپنے سر کے بالوں کا کچھ حصہ پیشانی اور زنخدان کے ساتھ بالکل ڈھانک لیں اور ہر ایک زینت کا مقام ڈھانک لیں۔مثلاً منہ پر اردگرد اس طرح پر چادر ہو (اس جگہ انسان کے چہرہ کی شکل دکھا کر جن مقامات پر پردہ نہیں ہے ان کو کھلا رکھ کر باقی پردہ کے نیچے دکھایا گیا ہے) اس قسم کے پردہ کو انگلستان کی عورتیں آسانی سے برداشت کرسکتی ہیں اور اس طرح پر سیر کرنے میں کچھ حرج نہیں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔‘‘

(ریویو آف ریلیجنز جلد 4 نمبر 1 صفحہ 17 جنوری 1905ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غض بصر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد مرد اور عورت کی نگاہوں کو آپس میں ملنے سے بچانا ہے ورنہ جو عورت بھی باہر نکلے گی اس کے پاؤں اور اس کی چال اور اس کا قد اور اس کے ہاتھوں کی حرکت اور ایسی ہی کئی چیزیں مردوں کو نظر آئیں گی۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 298)

پس مذکورہ بالا نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کا ہر وہ حصہ جو اس کی زینت کے زمرہ میں آتا ہو اور غیر محرم کیلئے کشش کا باعث ہو، عام حالات میں اس کا پردہ کرنا عورت پر لازم ہے۔

سوال:۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ طلباء جامعہ احمدیہ انڈونیشیا کی مؤرخہ 6 نومبر 2020ء کو ہونے والی Virtual ملاقات میں ایک طالبعلم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انڈونیشن جماعت کو قائم ہوئے 2025ء میں سو سال پورے ہو جائیں گے۔ہمیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے کیا کرنا چاہیئے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کے جواب میں فرمایا:

جواب:۔سو سال پورے ہونے پہ آپ یہ ٹارگٹ رکھیں کہ پانچ سال میں آپ نے کم از کم ایک لاکھ بیعتیں کروانی ہیں۔ اور ہر جو احمدی ہے اس کو آپ نے باجماعت نمازی بنانا ہے۔ ہر احمدی کو باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے والا بنانا ہے۔ ہر احمدی کو خلافت سے تعلق رکھنے والا بنانا ہے۔ ہر احمدی کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والا بنانا ہے۔ٹھیک ہے؟ بس یہ کام کرلیں تو بہت کچھ آپ نے کرلیا ہے۔

سوال:۔مؤرخہ 6 نومبر 2020ء کو اسی ملاقات میں ایک طالبعلم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! جب آپ طالبعلم تھے اور آپ کے سامنے کوئی مشکل آ جاتی تھی تو اس وقت آپ کونسی دعائیں کیا کرتے تھے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کا جواب عطاء فرماتے ہوئے فرمایا:

جواب:۔کوئی خاص دعا نہیں ہوتی تھی۔ بس میں تو سجدہ میں پڑ جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے کہتا تھا کہ مسئلہ حل کر دے۔ بس نماز اور سجدہ۔ نماز میں سجدہ میں اپنی زبان میں دعائیں کریں جو بھی دعائیں کرنی ہیں۔انسان اپنی زبان میں جو دعا کرتا ہے اس میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے باقی دعائیں تو ٹھیک ہے کرنی چاہئیں، درود شریف بھی پڑھنا چاہئے، استغفار بھی پڑھنا چاہیئے، لاحول بھی پڑھنا چاہیئے۔استغفار کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے معافی بھی مانگنی چاہیئے۔لیکن سب سے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز میں، سجدہ میں دعائیں کرو۔نفل پڑھو اور نفلوں میں، سنتوں میں، فرض میں اللہ تعالیٰ کے آگے رو کر سجدہ میں اپنی زبان میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں جو دعا ہوتی ہے اس میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے اور اس سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

از: لقمان احمد کشور، انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ لندن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے بطور یاددہانی

چند ضروری ہدایات برائے شعبہ وقف نو

مکرم ومحترم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب اسلام آباد، یوکے کی طرف سے سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل کی یکم جنوری 2021ء کی اشاعت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نیشنل عاملہ بیلجیم کے ساتھ ہونے والی (آن لائن) ملاقات کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس میں حضور انور نے نیشنل سیکرٹری شعبہ وقف نو کو جو ہدایات ارشاد فرمائیں وہ (متعلقہ حصہ) بطور یاددہانی ارسال ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

آپ لکھتے ہیں:۔

☆...اس کے بعد سیکرٹری وقفِ نو نے تعارف کروایا۔ یہ بھی مربی سلسلہ ہیں۔ اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ سارے مربیان کے پاس ہی کام ہیں، باقی جماعت کے افراد کام نہیں کرنا چاہتے؟ مربیان کو ہی Elect کر رہے ہیں کہ اپنا کام بھی کریں اور عاملہ کا کام بھی کریں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے سیکرٹری وقفِ نو سے دریافت فرمایا کہ آپ کے وقفِ نو کتنے ہیں؟ سیکرٹری نے عرض کیا کہ تجنید کے مطابق واقفینِ نو کی کل تعداد 299 ہے۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے دریافت فرمایا کہ ان میں سے 15 سال سے اوپر کے کتنے ہیں؟ سیکرٹری وقفِ نو نے عرض کیا کہ اس طرح معین تعداد معلوم نہیں ہے۔

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ کیوں نہیں معلوم۔سیکرٹری وقفِ نو ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ ابھی تک یہ ہی سمجھ نہیں آئی کہ کام کیسے کرنا ہے۔ وقفِ نو کی تحریک کا آغاز ہوئے 33 سال ہو گئے ہیں، ابھی تک بیلجیم جماعت کو یہ ہی پتہ نہیں چلا کہ گلرز کیسے اکٹھے کرنے ہیں، بار بار میں سرکلر بھیج رہا ہوں کہ 15سال کی عمر کے بعد وقف کے بانڈ رینیو کرنے چاہئیں۔اور جب اٹھارہ سال کے یونیورسٹی جائیں تب بھی تجدید ہونی چاہئے۔ یہ بانڈ فل کروا رہے ہیں کہ وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں کہ نہیں۔

☆...اس پر سیکرٹری وقفِ نو نے عرض کیا کہ کچھ نے بھیجا ہے۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ ’’کچھ نے بھیجا ہے‘‘ تو پھر فائدہ کیا؟ کیا اس لیے مربی سلسلہ کو سیکرٹری وقفِ نو بنایا تھا کہ پتہ ہی نہ چلے کہ تعداد کیا ہے، کس کس کیٹیگری میں آتے ہیں اور ان سے کیا کام لینا ہے۔ اگر یہ پتہ ہو تب ہی تو آپ انہیں سلیبس بھیج سکتے ہیں، پھر ہی ان کے امتحان لے سکتے ہیں۔ آپ سلیبس نہیں پڑھاتے، اب تو وقفِ نو کا اکیس سال تک کی عمر کا سلیبس بن چکا ہوا ہے۔کیا آپ نے تمام واقفینِ نو کو سلیبس پہنچا دیا ہے۔

☆...اس پر سیکرٹری وقفِ نو نے عرض کیا جی حضور پہنچائیں گے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ ’’پہنچائیں گے‘‘ پہنچایا نہیں ہے۔ یہ تو کام کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ آئے تو ایسے تھے کہ پتہ نہیں کیا تیر مارا ہے، میرے سامنے پتہ نہیں کیا رپورٹیں پیش کر دیں گے۔ مجھے رپورٹیں تو نہیں چاہئیں، مجھے تو یہ چاہیے کہ حقیقت میں کام کیا ہوا ہے۔ 15سال کے بچوں کا پتہ ہونا چاہیے کہ کتنے سکول جا رہے ہیں، پڑھائی چھوڑ تو نہیں دی، پھر پتہ ہونا چاہیے کہ کونسی یونیورسٹی میں جا رہے ہیں، کیا کیا پڑھائی کر رہے ہیں۔ ان کو گائیڈنس دے رہے ہیں کہ نہیں۔صرف چار آدمی جامعہ میں بھیجنے سے مقصد تو پورا نہیں ہو جاتا کہ ہمارے اتنے بچے جامعہ میں چلے گئے۔ یہ بتائیں کہ کتنے بچے ڈاکٹر بنے، کتنے ٹیچر بنے اور کب وہ وقف کے لیے پیش کرنے والے ہیں۔ دیگر مضامین سے تعلق رکھنے والے کتنے ہیں۔ کتنے لڑکے ہیں، کتنی لڑکیاں ہیں۔ یہ ساری معلومات ہونی چاہئیں۔

☆... فرمایا؛ پھر جو اعداد و شمار ہیں، ان پر کام کریں۔ دیکھیں کہ وہ وقف میں آنے کے لیے تیار ہیں کہ نہیں، وقف کریں گے یا صرف ٹائٹل لگایا ہوا ہے۔ باقاعدہ ایک سکیم بنا کے ڈیٹا اکٹھا کرنا چاہیے کہ اِن اِن عمروں کی کیٹیگری کے لوگ ہیں۔ یہ یہ پڑھائی کر رہے ہیں، یہ فارغ ہو چکے ہیں۔ اب آئندہ یہ وقف کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ اگر کرنا چاہتے ہیں تو کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ ایکسپیرنس لینا چاہتے ہیں، کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے آگے پڑھائی کرنے یا ٹریننگ لینے کے لیے مجھ سے پوچھا ہے؟ یا مجھے لکھا ہے کہ ہم نے تعلیم مکمل کر لی ہے، اب ہمارے لیے کیا حکم ہے، ہم کیا کریں، اپنا کوئی کام کریں یا جماعت احمدیہ کو، نظام کو ہماری کوئی ضرورت ہے۔ یہ تمام انفارمیشن آپ کی طرف سے آئے تو ہم ان کو مزید آگے گائیڈ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سیکرٹریان نیشنل اور لوکل سطح پر کام نہیں کر رہے تو خلیفہ وقت کو کہاں سے انفارمیشن ملنی ہے؟ بہت کام ہونے والا ہے۔ ایک مہینہ کے اندر اندر مجھے اس کی ساری رپورٹ بھجوائیں۔

☆... بعد ازاں سیکرٹری تعلیم سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس یونیورسٹی جانے والے طلباء کا ڈیٹا ہے؟اس پر سیکرٹری صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ابھی تک صرف لڑکوں کا ڈیٹا ہے اور اس کے مطابق 19 ایسے ہیں جو بیچلرز یا ماسٹرز کر رہے ہیں۔لڑکیوں کا ہمارے پاس مکمل ڈیٹا نہیں ہے۔ اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ آپ جماعت کے سیکرٹری ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کا ڈیٹا ہونا چاہیے۔ پھر اس کے مطابق ان کو گائیڈ کریں۔ ان کی کونسلنگ ہونی چاہیے۔ ان کی گائیڈنس ہونی چاہیے کہ کس طرح انہوں نے آگے پڑھنا ہے، کن فیلڈز میں جماعت کو ضرورت ہے،ان کے فائدے کے لیے کیا مضامین ہو سکتے ہیں۔سیکرٹری تعلیم کا یہ بھی کام ہے کہ ان کی گائیڈنس اور کونسلنگ کریں۔ وقفِ نو والے وقفِ نو کو کریں اور سیکرٹری تعلیم باقی جماعت کے سٹوڈنٹس کو گائڈنس فراہم کرے۔‘‘ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

بقیہ: دربار خلافت..... از صفحہ 2

ہیں، قوم میں معزز ہیں، امانتدار ہیں اور احسن اخلاق کے مالک ہیں اور بات کہنے میں سچے ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام حدیث تزویج رسول اللہ ﷺ خدیجۃ رضی اللہ عنہا)

توسچائی اور امانتداری کے اعلیٰ معیار جو آپؐ نے اس وقت جوانی کے وقت میں قائم کئے تھے۔تجارتی سفر میں اپنے ساتھیوں کو دکھائے تھے۔ اور وہ غلام جو آپؐ کے ساتھ تھا وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور آپؐ کا گرویدہ ہو گیا۔ واپس آ کے اپنی مالکن کو بتایا کہ کیسا ایماندار اور سچا شخص ہے۔

پھر بیوی کی گواہی ہے۔ بیویاں جو اپنے خاوند کے اچھے برے کی راز دار ہوتی ہیں، وہی ان کے گھریلو حالات و معاملات میں گواہی دے سکتی ہیں، انہیں کی گواہی وزن رکھنے والی گواہی ہے جو مل سکتی ہے۔ تو اس بارے میں بھی ایک روایت میں بیان ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے (یہ تفصیلی روایت ہے) بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وحی کے وقت اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ’’کَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ‘‘ یعنی ویسے نہیں جیسے آپ سوچ رہے ہیں، آپؐ کو مبارک ہو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں اور راست گوئی اور سچائی سے کام لیتے ہیں۔

(بخاری-کتاب التعبیر-باب اول ما بدی بہ رسول اللہ من الوحی الرؤیا الصالحۃ)

پھر دیکھیں دوست کی گواہی۔ وہ دوست جو بچپن سے ساتھ کھیلا، پلا، بڑھا، یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس دوست نے ہمیشہ ہر حالت میں آپؐ کو سچ کہتے اور سچ کی تلقین کرتے ہی دیکھا اور سنا تھا۔ اس لئے ان کے ذہن میں کبھی یہ تصور آ ہی نہیں سکتا تھا کہ کبھی یہ شخص جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب آپؐ کے دعویٰ کے بارے میں سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود کوئی دلیل نہیں چاہی۔ کیونکہ ان کا زندگی بھر کا یہی مشاہدہ تھا کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے صرف یہی پوچھا کہ کیا آپؐ نے دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کرنی چاہی تو ہر بار یہی عرض کی کہ مجھے صرف ہاں یا نہ میں بتا دیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کہنے پر عرض کیا کہ میرے سامنے تو آپؐ کی ساری سابقہ زندگی پڑی ہوئی ہے۔ مَیں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ بندوں سے تو سچ بولنے والا ہو اور اس کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والا ہو اور خدا پر جھوٹ بولے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب من تقدم اسلامہ من الصحابۃؓ...)

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ گھر والوں کی یا ملازمین کی یا دوستوں کی گواہی تو ایسی ہے کہ اگر کسی میں تھوڑی بہت غلطی بھی ہو، کمی بھی ہو تو پردہ پوشی کر سکتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کون سی گواہیاں ہیں۔ اس کے لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دشمن بھی جو گواہی آپؐ کے بارے میں دیتا ہے وہ تو ایسی گواہی ہے جس کو کسی طرح ردّ نہیں کیا جا سکتا۔

(خطبہ جمعہ 11/ فروری 2005ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: لئیق احمد عاطف مبلغ سلسلہ و صدر جماعت احمدیہ مسلمہ مالٹا

خدمت خلق کے ساتھ نئے سال کا آغاز

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سال نو کا آغاز مختلف قسم کی تقریبات سے کرتے ہیں۔ تاہم جماعت احمدیہ مالٹا نے امسال خدمت خلق کے ساتھ نئے سال کا آغاز کیا۔

مؤرخہ یکم جنوری 2021 کو معذور افراد کے لئے قائم ایک فلاحی ادارہ Dar tal-Providenza نے عطیات جمع کرنے کے لئے آن لائن چیرٹی ایونٹ کا انعقاد کیا جو کہ دوپہر 12 بجے سے لے کر رات 12 بجے تک جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان اور خلیفہ وقت کی دعاؤں کی برکت سے جماعت احمدیہ مالٹا کو اس چیرٹی ایونٹ میں بھرپور خدمت انسانیت کی توفیق ملی۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ مالٹا نے اس چیرٹی ایونٹ میں کام کرنے والے تمام رضا کاروں، سٹاف ممبران اور مہمانوں کے لئے کھانے اور مشروبات کا انتظام کیا۔ ممبران جماعت بڑی مستعدی اور خوش دلی سے سب کو گرم گرم لذیذ کھانا اور مشروبات پیش کرتے رہے۔

اسی طرح افرادِ جماعت اس چیرٹی ایونٹ میں موصول ہونے والی ٹیلیفون کالز کا بھی جواب دیتے رہے اور لوگوں کے عطیات پر ان کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ اسی طرح انٹرویوز کی ریکارڈنگ میں بھی تعاون پیش کیا۔

اس موقع پر مالٹا کی اہم شخصیات بھی اظہارِ یکجہتی اور ٹیلیفون کالز کا جواب دینے کے لئے سٹوڈیو میں آتی رہیں۔ افرادِ جماعت احمدیہ مالٹا نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان معزز مہمانوں کو کھانا پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جماعت احمدیہ مالٹا کی خدمت انسانیت کا تعارف بھی کراتے رہے۔

اس موقع پر مالٹا کے صدر مملکت، سابق صدر، وزراء، ممبرانِ پارلیمینٹ، ممبرانِ یورپی پارلیمینٹ اور مالٹا کے آرک بشپ صاحب کو جماعت کی خدمات کا بتانے کا موقع ملا۔ سب نے جماعت احمدیہ مالٹا کی انسان دوستی، یکجہتی اور خدمت خلق کو بہت سراہا اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

یہ ایونٹ جماعت کی نیک نامی اور وسیع تعارف کا ذریعہ بنا۔ یہ پروگرام مالٹا کے تمام ٹیلیویژن چینلز پر لائیو نشر ہوا۔ اس دوران دو سے زائد بار میزبان نے جماعت احمدیہ کی خدمات کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ آج کے اس پروگرام میں احمدیہ مسلم جماعت مالٹا نے سب حاضرین کے لئے کھانے کا انتظام سنبھالا ہوا ہے اسی طرح ٹیلیفون کالز سننے اور انٹرویوز کی ریکارڈنگ میں بھی بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک

قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کاوشوں کو اپنے حضور قبول فرمائے، ہمیں بیعتوں سے نوازے اور اس ملک کے لوگوں کو جلد قبول اسلام احمدیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

افضل الانبیاء

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

’’چونکہ آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت ﷺ اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت ﷺ کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔ موسیٰؑ اور ابن مریم ؑ کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اٹھا کر اس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 653-654)

طلوع وغروب آفتاب

26جنوری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:41	18:07
مدینہ منورہ	05:45	18:03
قادیان	16:01	17:57
ربوہ	05:41	17:37
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:19	16:43